محترمی ....

اگست کے شمارے میں جناب فقیر بخش بگٹی صاحب کا خط پڑھا، جس میں انہوں نے "عالم مثال" اور "عالم ارواح" پر اپنے شکوک کا اظہار کرتے ہوئے ان شکلات کی طرف اشارہ کیا ہے، جو شاہ ولی اللہ صاحب کے فلسفے کی تشریح کے سلسلے میں پیش آسکتی ہیں۔ صاحب موصوف کے ان خدشات کے برمحل ہونے پر مجھے ایک حد تک اتفاق ہے، اور گزشتہ تاریخ اس امر کی شاہد بھی ہے۔ لیکن اس ضمن میں میں جناب فقیر بخش صاحب سے یہ عرض کروں گا کہ مسئلہ وحدت الوجود و وحدت الشہود بنفسہ شاہ صاحب کے فلسفے کا بنیادی مسئلہ نہیں بات یہ ہے کہ شاہ صاحب کے زمانے میں مسلمانوں کے ارباب فکر اس مسئلے میں بڑا انہماک رکھتے تھے اور یہ ان کے ہاں معضلۃ المسائل یعنی سب مسئلوں میں سے بڑا مسئلہ بنا ہوا تھا۔ شاہ صاحب کو بھی لازماً اس مسئلے پر بحث کرنا پڑی، لیکن اس بارے میں اصل چیز وحدت الوجود کی وہ تعبیر ہے، جو شاہ صاحب نے کی اور اسے اساس بنایا اپنے وحدت ادیان کے تصور کا۔

چنانچہ حجۃ اللہ البالغہ کے ایک باب کا عنوان ہے :۔ "تمام مذاہب وادیان کی اصل ایک ہے شرائع مناہج ۔ طریقے مختلف ہیں"۔ اس باب میں شاہ صاحب لکھتے ہیں :۔ "معلوم ہونا چاہیئے کہ اصل دین" ایک ہے، اور تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اس پر متفق ہیں ۔ .... وہ خاص خاص صورتیں اور مخصوص ہیئتیں جن پر مختلف قسم کی نیکیوں اور تدابیر نافعہ ومعاش اور امور معاشرت کی آسانیوں اور سہولتوں کی عمارت قائم کی جاتی ہے، انہی کا نام شریعت اور منہاج ہے"

وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے باہمی فکری نزاع نے جو اُس وقت بڑے زوروں سے چل رہا تھا، شاہ صاحب کا اول الذکر کو اپنانا اور اس کی ایسی تعبیر کرنا جس سے وحدتِ ادیان کا اثبات ہو، یہ شاہ صاحب کا اصل بنیادی فکر ہے ۔ اگر بگٹی صاحب کے پیش نظر اُس عہد کی ہندوستانی تاریخ ہوتی اور وہ جانتے کہ اورنگ زیب عالمگیر کے دور حکومت میں اور اس کے بعد برصغیر میں مذہبی نزاع کتنی خطرناک صورت اختیار کر گیا تھا تو وہ شاہ ولی اللہ صاحب کی اس دعوتِ وحدت الوجود پر اتنے خشمگیں نہ ہوتے، اور وہ اسے ان کا ایک فکری کارنامہ سمجھتے ۔

باقی رہا "عالم مثال" یا "عالم ارواح" کا معاملہ تو یہ درحقیقت شاہ صاحب کا اِس عالم اور ماورائے عالم

کے متعلق ایک کشفی وجدان ہے اور جہاں تک اس قبیل کے کشفوں کا تعلق ہے، خود شاہ صاحب ان کے التباس کے قائل ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ اگر یہ کشوف ارشاداتِ نبوت کے مطابق نہ ہوں، تو یہ حجت نہیں ہوسکتے۔ بہر حال عالم غیب اور قدرت کی لامتناہی تخلیق کے بارے میں انسانی ذہن ہمیشہ سے سرگرداں رہا ہے اور اس کی حقیقت کے ادراک کے لئے اس نے تخیل سے کام لیا ہے۔ عالم غیب کے بارے میں شاہ صاحب کے ان تصورات کو بھی اسی سلسلے کی کڑی سمجھنا چاہیئے۔ عالم غیب یا اس لامتناہی تخلیق کے طلسم کو حل کرنے کے لئے انسان نے ہمیشہ خیال ہی سے کام لیا ہے اب یہ خیال کہاں تک عمل اور صالح عمل کی قوتوں کو بروئے کار لانے کا سبب بنتا ہے، یہ چیز معیار ہوتی ہے اس خیال کے مفید یا غیر مفید ہونے کی، ہمیں عالم غیب کے متعلق ان تصورات کو اس نظر سے دیکھنا چاہیئے۔ اس وقت دنیا میں دو نظام ہائے حیات بڑے نمایاں ہیں، اور ان دونوں کی اساس لادینی فلسفہ ہے۔ ایک تو امریکہ کا نظام حیات ہے۔ اور دوسرا روس کا۔ ان دونوں کے پیش نظر مظلوم و مقہور انسانوں کی خوش حالی اور محکوم قوموں کی آزادی تھی۔ اب اس سے ایک حد تک عہدہ برآ ہونے کے بعد وہ ایک ایسے نظریے کی تلاش میں ہیں، جو مادی زندگی کے ماوراء، جو غیر مادی زندگی ہے، اس پر بھی حاوی ہوسکے اور یہ اس لئے کہ اگر انسانوں کو تمام دنیاوی آسائشیں میسر آجائیں، جو کہ امریکی و روسی نظام ہائے حیات کا مقصود ہے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کے بعد کیا ہوگا اور انسانیت کدھر جائے گی؟ آخر اس زندگی کی جو فنا پذیر ہے، کوئی نہ کوئی تو فلسفیانہ تشریح ہونی چاہیئے۔ یہ تشریح ظاہر ہے کسی نظریے ہی سے ہوگی۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے اسلام کی اساس پر اس مادی اور ماوراء مادی زندگی کی ایک تشریح پیش کی ہے۔ یہ تشریح کس حد تک قابل اعتنا ہے؟ اس کا معیار صرف یہی ہوسکتا ہے کہ اس سے ایک فعّال عقیدے اور صالح عمل کو تقویت ملتی ہے یا نہیں۔ میرے نزدیک موجودہ دور میں مسلمانوں کی پستی اور زوال کے منجملہ اور اسباب کے ایک سبب یہ بھی ہے کہ ان کے ہاں ایک ایسے نظریئے کا فقدان ہے، جو ایک فعّال عقیدے اور صالح عمل کا موجب ہو

عمر فاروق — ملک پورہ مانسہرہ۔ ہزارہ